OPEN ACCESS: http://theislamicculture.com

The Islamic Culture
الثقافۃ الاسلامیۃ
Bi-Annual Research & Refereed Journal
Published by
Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of Karachi
SZIC
ISSN (Print) : 1813-775X
ISSN (Online) : 2663-1709

قیام امن کے لیے مساجد کا کردار: تاریخی و تحقیقی مطالعہ

The Role of Mosques for Peacebuilding: A Historical and Research Study

Dr .Muhammad Zafar Iqbal Jalali
HOD Islamic Studies, ICB College ,Islamabad

Hafiz Muhammad Naveed
Ph.D Research Scholar ,University of Gujrat, Gujrat

Majid Nawaz Malik
Ph.D Reseach Scholar ,University of Karachi ,Karachi

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال جلالی
صدر شعبہ اسلامیات، آئی سی بی کالج، اسلام آباد

حافظ محمد نوید
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر ، شعبہ علوم اسلامیہ ، گجرات یونیورسٹی، گجرات

ماجد نواز ملک
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر ، شعبہ علوم اسلامی ، جامعہ کراچی ، کراچی

ABSTRACT:

Islam is a religion of peace and security. He has called for peace and order at every level and place. The religion of Islam teaches the establishment of a society in which not only the Muslims have peace and order of life and property and dignity but also the lives and property of non-Muslims living in it are protected. The role of mosques is very important in this regard. Once upon a time, these were places of education and knowledge. Where in the morning and evening students were taught the method of discussion and research. Islamic history shows that they have played a very important role in the spread of knowledge and cognition. Rather, tolerance, brotherhood, gentleness

and tolerance and peace and order have also been taught here. There is a need to revive the universal message of Islam in modern times. So that this positive aspect of mosques becomes clear.

Keywords: Islam,Muslims,Mosques,Non-Muslims.

موضوعِ تحقیق کا تعارف اور پسِ منظر اور اس کی ضرورت و اہمیت

اسلام میں علم کے حصول کا معیاری اور معتمد مرکز مسجد یا اس سے متصل مدرسہ ہوا کرتا تھا۔ زمانۂ رسالت میں مسجد ہی ایسی درسگاہ ہوا کرتی تھی جہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ سے مختلف علوم سیکھا کرتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی فقہاء، قاضی اور قانون دان یہیں سے تیار ہوئے۔ جن سے علم و فضل کی روشنی پوری دنیا میں پھیل گئی۔ مساجد و مدارس کی ضرورت ،اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ دینِ اسلام کی تبلیغ اور اس کے پیغام کو روشناس کرانے کا اہم فریضہ یہی مساجد و مدارس انجام دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کی حفاظت اور اسلام کی بقاءِ حیات کے لیے اِن کی حیثیت شہ رگ کی سی ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ اس نے ہمیشہ اتفاق و اتحاد اور امن و سلامتی کا درس دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔(1)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ سمجھیں۔"

گویا دینِ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ایک مثالی اور کامیاب معاشرہ بنانے کے لیے ہر سطح پر امن و امان کے فروغ کی تعلیم دی ہے تاکہ معاشرہ میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو، بدامنی کا خاتمہ ہو اور تمام معاشرہ کے تمام افراد کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ ملے ،اس کے لیے معاشرے کے تمام اداروں پر لازم ہے کہ وہ اپنے اوپر عائد ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اس سلسلہ میں کسی ایک ادارے کی سستی کی وجہ سے پورے معاشرے کی امن و سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اس پسِ منظر میں مساجد اور مدارس ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قیامِ امن میں مساجد کے اس کردار کو سامنے لایا جائے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے زیرِ نظر مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

قیامِ امن کے لیے مساجد کا کردار

دینِ اسلام میں مساجد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ امن وامان کے گہوارے اور ایسی عظیم درسگاہیں ہیں جہاں سے صبح وشام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کو یہیں سے پوری دنیا میں پھیلایا اور عام کیا جاتا ہے۔ ان مساجد کا سماج ومعاشرہ کی اصلاح وتربیت میں بڑا اہم کردار ہے۔ یہ سماجی اصلاح اور شہری فلاح کے مقصد سے قائم کردہ مختلف کمیٹیوں، تنظیموں اور سوسائیٹیوں سے بہت درجے افضل ہیں۔ ان مساجد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ لوگوں کے تعلق کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتی اور انہیں اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قباء میں قیام کے دوران نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے مسجد تعمیر فرمائی جو کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلائی۔ اس مسجد کی تعمیر میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی مسجد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ۔(2)

"البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی۔"

پھر وہاں سے چل کر جب مدینہ منورہ کی وادی میں تشریف لائے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں قیام فرمایا تو یہاں بھی سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ اسلامی تعلیمات سے پتا چلتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مساجد نہ صرف خیر وبرکت اور رُشد وہدایت کا ذریعہ رہیں بلکہ صلح وآشتی، امن وسلامتی، بھائی چارہ اور اتفاق واتحاد کے بہترین مراکز بھی رہے۔ مسجد میں آکر اگر کوئی گندگی بھی پھیلاتا تو بھی اسے معاف کر دیا جاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى، قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا، ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ:" إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ، صُبُّوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ، أَوْ قَالَ: ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ۔(3)

"ایک اعرابی مسجد میں آیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے نماز پڑھی۔ ابن عبدہ نے اپنی روایت میں کہا کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر کہا کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ اور محدود کر دیا۔ پھر زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ مسجد کے ایک کونے میں وہ

پیشاب کرنے لگا تو لوگ اس کی طرف دوڑے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اعرابی کو ڈانٹنے سے منع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ لوگوں پر آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کرنے کے لیے نہیں، اس پر ایک ڈول پانی ڈال دو۔"

مساجد چونکہ امن و سلامتی کی جگہیں ہیں، اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے یہاں پر ہر ایسے کام کرنے سے منع کیا ہے جو امن و سلامتی میں خلل پیدا کرنے والا ہو۔ خلافتِ فاروقی میں مسجد نبوی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا کہ جاؤ اور اُن دو آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں دونوں کو لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں کون ہو یا کہاں رہتے ہو؟ ان دونوں نے کہا کہ ہم اہل طائف سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر یعنی مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔[4] مساجد میں اپنے لیے نماز پڑھنے کی جگہ مختص کر لینا بھی امن میں خلل ڈالتا ہے۔ اسی ضرورت کے تحت ایسا کام کرنے سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے۔ لہذا اگر کوئی آدمی پہلے آکر مسجد میں کسی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ ہی اسی جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ بعد میں آنے والے کسی بھی آدمی کے لیے اُسے اٹھانا جائز نہ ہو گا۔ ہاں اگر پہلے والے شخص نے جگہ زیادہ روک رکھی ہے تو اسے کم جگہ روکنے کے لیے کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جگہ کو خاص کرنا اس کے لیے جائز نہیں ۔اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی فرمان عالی شان ہے:

لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ لِيُخَالِفْ إِلَى مَقْعَدِهِ فَيَقْعُدَ فِيهِ، وَلَكِنْ يَقُولُ افْسَحُوا۔[5]

"کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے اٹھا کر آپ وہاں نہ بیٹھے لیکن یوں کہے پھیل جاؤ۔"

پس حدیث کی ابتداء کے منطوق سے سابق کا استحقاق اور اس کے اٹھانے کی حرمت ثابت فرمائی اور آخرِ حدیث سے سابق کو زیادہ جگہ لینے کی ممانعت اور بقیہ کا بعد میں آنے والے کو مستحق قرار دیا کیونکہ اگر زائد جگہ کا کوئی مستحق نہ ہوتا تو کلمہ "تفسحوا" کہہ کر اپنی جگہ اس سے کس طرح نکال سکتا ہے جبکہ وہ پہلے سے آیا ہوا تھا۔ سو ظاہر ہوا کہ اگر جگہ کہیں زائد ہو تو موجود شخص اس پر بیٹھ سکتا ہے کیونکہ وہی اس کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت اس پر دلالت کرتی ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ حضور ﷺ آپ کے لیے منی میں مکان بنا دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " لَا مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ"[6] نہیں منی میں اس کا حق ہے جو پہلے وہاں پہنچے۔ فقہاء کرام نے بھی اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ ذیل میں اس حوالے چند فقہاء کرام عبارات ذکر کی جارہی ہیں:

ویکره للانسان أن یخص لنفسه مکاناً فی المسجد یصلی فیه۔[7]

"انسان کے لیے مسجد میں کوئی ایسی جگہ خاص کرنا مکروہ ہے جس میں وہ نماز پڑھتا ہو۔"

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تخصيص مكان لنفسه لأنه يخل بالخشوع كذا في القنية أي لأنه إذا اعتاده ثم صلى في غيره يبقى باله مشغولاً بالأول بخلاف ما إذا لم يألف مكانامعيناً۔[8]

"اپنے لیے جگہ مخصوص کرنا، اس لیے یہ خشوع میں خلل پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح قنیہ میں ہے۔ یعنی اس لیے جب وہ اس کی عادت بنالے پھر کسی اور جگہ نماز ادا کرے تو اس کا دل پہلی جگہ کے ساتھ مشغول ہو گا بخلاف اس کے جب وہ کسی معین جگہ کے ساتھ الفت پیدا نہ کرے۔"

علامہ ابن نجیم حنفی علیہ الرحمہ اس حوالے فرماتے ہیں کہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو مسجد میں عبادت کرنے سے منع کرے کیونکہ مساجد نماز، اعتکاف، شرعی ذکر، علم پڑھنے، پڑھانے اور قرآن کریم کی قراءت کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح کسی کو مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہاں اس کے علاوہ کسی اور کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہو، اگر کوئی اور وہاں بیٹھے گا تو اسے اٹھا دیا جائے گا۔[9] شریعت اسلامیہ نے اس حوالے اتنی رخصت ضرورت دی ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے بیٹھا ہوا ہو، پھر وضو کرنے یا کسی اور دینی کام کے لیے قریب ہی چلا جائے اور اپنی ٹوپی یا رومال وغیرہ وہاں رکھ جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ کے اقوال بھی دلالت کرتے ہیں اور افعال بھی۔ امام ابو داؤد علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے حضرت بن ابو صالح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک لڑکا تھا وہ اٹھ کر گیا پھر واپس آیا تو میرے والد گرامی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے ایک روایت ذکر کی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی ایک جگہ سے اٹھ کر جائے، پھر لوٹ کر آئے تو اس جگہ پر بیٹھنے کا وہی زیادہ حق دار ہے۔[10] امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی اسی مفہوم کی روایت نقل فرمائی ہے۔[11] امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ نے بھی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہی روایت نقل کی ہے۔[12] اس سلسلے میں امام ابو داؤد علیہ الرحمہ نے نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت کعب الایادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا تھا تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ نبی اکرم ﷺ جب بیٹھتے اور ہم آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھتے تو آپ ﷺ کسی کام پر جانے کے لیے کھڑے ہوتے اور واپس آنے کا ارادہ ہوتا تو اپنی جوتیاں اتار کر رکھ جاتے یا کوئی اور چیز رکھ جاتے جو آپ ﷺ کے پاس ہوتی۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمجھ جاتے اور وہاں ٹھہرے رہتے۔[13] مساجد چونکہ امن و سلامتی کی جگہیں ہیں اور یہاں اپنے لیے جگہ مختص کرنے سے امن و امان خراب ہوتا ہے، اس لیے ایسا کرنے سے شریعت اسلامیہ نے منع کر دیا ہے۔

اگر مسجد کی اگلی صفوں میں لوگ پہلے بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کے اوپر پھلانگ کر جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عمل بھی مسجد کے امن کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے حضرت ابو الزاہریہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا کہ اے فلاں تم بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو تکلیف دی ہے۔(14) امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ نے بھی انہی الفاظ پر مشتمل روایت نقل کی ہے ۔(15) جمعہ والے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے جانے افراد سے متعلق نبی اکرم ﷺ وعید سنائی کہ جمعہ کے دن جس نے لوگوں کی گردنیں پھلانگیں، اس نے جہنم کی طرف لے جانے والا پلا بنالیا۔(16) اس پسِ منظر سے ثابت ہوتا ہے کہ مساجد میں ہر ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں ہے جو امن و سلامتی کے خطرہ کا باعث بنے۔

دینِ اسلام کا یہ حسن ہے کہ اس نے نہ صرف اپنے ماننے والوں کے لیے آسانیاں پیدا کی ہیں بلکہ دوسرے ادیان سے تعلق رکھنے والوں کے لیے بھی اس نے امن و امان کی صورت پیدا کی ہے۔ نجران کے ساتھ ہونے والے معاہدہ کو الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ امام ابو یوسف، ابو عبید قاسم بن سلام، ابن قیم، ابن سعد اور بلاذری ایسے کبار فقہاء و مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ اس معاہدہ میں ایک ایمان افروز واقعہ بھی پیش آیا کہ نجران کے بڑے بڑے عیسائی راہبوں پر مشتمل وفد بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ ۹ ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے آیا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ کچھ دیر بعد ان کی نماز عصر کا وقت ہوا تو وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ وہاں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو یعنی انہیں پڑھنے دو۔ چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف منہ کیا اور اپنے طریقے کے مطابق نماز ادا کی۔(17) جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اپنے دین سے متعلق گفتگو کی تو آپ ﷺ نے نہایت مہربانی فرماتے ہوئے بڑے ادب و اخلاق کے ساتھ اُن کے جوابات دیے۔ آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی عطا فرما اسے قانونی حیثیت عطا فرمائی، جس پر عمل کیا جاتا رہا۔ وہ معاہدہ یہ تھا کہ ان کے پھلوں، سونے، چاندی، غلام اور ان اشیاء کے ساتھ ہر قسم کے مال کے عوض ان پر مندرجہ ذیل خراج عائد کیا جاتا ہے:

۲۔ سالانہ دو ہزار یمنی حلے (دو قسطوں میں)

الف۔ ماہِ رجب میں ایک ہزار حلے

ب۔ ماہِ صفر میں ایک ہزار حلے

۳۔ اور ایک حلے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی

۴۔ مقررہ مقدارِ خراج میں سے کسی شی کی کمی اور دوسرے شی کی بیشی پر جمع تفریق لازم ہو گا۔

۵۔ اہل اہلِ نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات اور چاندی) کے عوض میں مندرجہ ذیل اجناس داخل کرنا چاہیں تو بدل اور مبدل منہ دونوں کی قیمت میں کمی بیشی کا لحاظ ضرور ہو گا۔

۶۔ اہلِ نجران پر میرے تحصیل داروں کی مہمانی اور تکریم بیس سے لے کر تیس روز تک واجب ہے۔ اس کے بعد انہیں اپنے ہاں روکا نہ جائے۔

۷۔ ہماری طرف سے یمن اور معرہ پر حملے کے وقت انہیں ہم کو (الف) ۳۰ گھوڑے اور (ب) ۳۰ زر عیں عاریۃً دینا ہوں گی جن کے اتلاف پر ان کی قیمت اور شکست وریخت کے ہمارے تحصیل دار ذمہ دار ہوں گے۔

۸۔ اہل نجران کے ساتھ ان کے ہمسایہ حلیفوں کے لیے (بھی) محمد نبی رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے مندرجہ ذیل اشیاء میں تلافی کے ذمہ دار ہیں:

الف۔ ان کے اموال اور اُن کی جانوں پر۔

ب۔ اُن کے زمینوں اور اُن کے مذہب پر۔

ج۔ اُن کے غائب اور اُن کے حاضر پر۔

د۔ اُن کے خاندان اور اُن کی عبادت گاہوں پر۔

ہ۔ ہر اس تھوڑی اور کثیر چیز پر جو اُن کے قبضہ میں ہے۔

۹۔ ان کے اساقفہ میں سے کسی کی اسقفیت ترک نہیں کرائی جائے گی۔

۱۰۔ اُن کے کسی راہب کی رہبانیت نہیں چھینی جائے گی۔

۱۱۔ ان کے کسی کاہن سے اس کی کہانت نہیں چھینی جائے گی۔

۱۲۔ ان پر کسی قسم کی ذلت طاری نہیں کی جائے گی۔

۱۳۔ عہد جاہلیت میں کیے ہوئے کسی خون کی ذمہ داری ان کے سر پر نہیں ہو گی۔

۱۴۔ ان کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

۱۵۔ ان کو تنگی میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

۱۶۔ ان کی سرزمین کو کوئی فوج پامال نہیں کرے گی۔

۱۷۔ ان میں سے جو لوگ کسی کے حق کے طالب ہوں گے ان کے درمیان انصاف کیا جائے گا بغیر اس کے کہ ان میں سے کسی کو زیادتی کرنے دی جائے یا کسی کو زیادتی کا نشانہ بننے دیا جائے۔

۱۸۔ جو بھی صاحب راست سود کھائے گا اس سے میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی

۱۹۔ ان میں سے کسی فرد سے کسی دوسرے فرد کے کیے ہوئے ظلم کا مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

جو کچھ تحریر میں درج ہے اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور محمد نبی رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حاصل ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا حکم نازل فرمادے، جب تک یہ لوگ خیر خواہی برتیں اور اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک طرح سے ادا کرتے رہیں اور کوئی ظلم و زیادتی کر کے بھاگنے کی کوشش نہ کریں۔[18] علامہ بلاذری نے اس کے بعد کچھ اور الفاظ کا اضافہ کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں :

وقال يحيى بن آدم: وقد رأيت كتابا في أيدي النجرانيين كانت نسخته شبيهة بهذه النسخة وفى أسفله (وكتب علي بن أبو طالب) ولا أدرى ما أقول فيه ۔[19]

"یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ یہ فرمان میں نے نجرانیوں کے ہاں دیکھا۔ اندازِ تحریر میری تحریر کا سا اور محرر کا نام علی بن ابو طالب تھا۔ عربی نحو کے طریق پر ابی طالب کے ابو طالب لکھنے پر میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

نجران کے راہبوں کو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی اجازت دینے کی اس روایت کے تحت ابن قیم نے یہ استنباط کیا ہے کہ:

فيه جواز دخول اهل الكتاب مساجد المسلمين وتمكين اهل الكتاب من صلاتهم بحضرة المسلمين وفى مساجدهم ايضاًاذا كان عارضا ولايمكنون من اعتياد ذلك۔[20]

"اس واقعہ میں اہل کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے کا جواز پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی موجودگی میں ان کی مساجد کے اندر اہل کتاب کا اپنی نماز پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ یہ چیز وقتی طور پر ہو۔ البتہ انہیں اس کو عادت بنالینے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

مساجد نہ صرف عبادت کی جگہیں ہیں بلکہ امن و سلامتی کے قلعے بھی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ بلکہ اس کے ارد گرد کو حرم قرار دیا گیا۔ جہاں پر شکار کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے اس کے حرم ہونے کا اعلان فرمایا۔ حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَامَ الْفَتْحِ، فَقَالَ:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهِيَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يَأْخُذُ لُقْطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ"، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لِلْبُيُوتِ وَالْقُبُورِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"إِلَّا الْإِذْخِرَ۔ [21]

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو فتح مکہ کے سال خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! اللہ نے مکہ کو اسی دن حرام قرار دے دیا جس دن اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، اور وہ قیامت تک حرام رہے گا، نہ وہاں کا درخت کاٹا جائے گا، نہ وہاں کا شکار بدکایا جائے گا، اور نہ وہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی، البتہ اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اذخر نامی گھاس کا اکھیڑنا جائز فرما دیں، کیونکہ وہ گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اذخر اکھاڑنا جائز ہے۔"

حرم مکہ سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا۔ [22]

"اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن والا ہو گیا۔"

علامہ عبد الرحمن سعدی اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

ومن الآيات البينات فيها أن من دخله كان آمنا شرعا وقدرا، فالشرع قد أمر الله رسوله إبراهيم ثم رسوله محمد باحترامه وتأمين من دخله، وأن لا يهاج، حتى إن التحريم في ذلك شمل صيودها وأشجارها ونباتها، وقد استدل بهذه الآية من ذهب من العلماء أن من جنى جناية خارج الحرم ثم لجأ إليه أنه يأمن ولا يقام عليه الحد حتى يخرج منه، وأما تأمينها قدرا فلأن الله تعالى بقضائه وقدره وضع في النفوس حتى نفوس المشركين به الكافرين بربهم احترامه، حتى إن الواحد منهم مع شدة حميتهم ونعرتهم وعدم احتمالهم للضيم يجد أحدهم قاتل أبيه في الحرم فلا يهيجه، ومن جعله حرما أن كل من أراده بسوء فلا بد أن يعاقبه عقوبة عاجلة، كما فعل بأصحاب الفيل وغيرهم۔ [23]

"اس کی کھلی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں داخل ہونے والے کو اللہ تعالیٰ امن عطا فرماتا ہے اور اسے شرعی حکم بھی قرار دے دیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام نے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احترام کا حکم دیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جو اس میں داخل ہو جائے، اسے امن حاصل ہو جاتا ہے۔ اسے وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا۔ یہ حرمت حرم کے شکار، درختوں اور نباتات کو بھی حاصل ہے۔ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص حدود حرم سے باہر کوئی جرم کرلے، پھر حرم میں آجائے تو اسے بھی امن حاصل ہو گا۔ جب تک وہ اس سے باہر نہیں آتا اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔ اللہ کے قضا و قدر کے فیصلے کے مطابق اس مقام کے امن ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں، حتیٰ کہ مشرکوں اور کافروں کے دلوں میں بھی اس کا احترام ڈال دیا۔ مشرکین عرب انتہائی لڑاکا طبیعت والے، غیرت والے اور کسی کا طعنہ برداشت نہ کرنے والے تھے۔ اس کے باوجود اگر کسی کو اپنے باپ کا قاتل بھی حرم کی حدود میں مل جاتا تھا تو وہ اسے کچھ نہیں کہتا تھا۔ اس کے حرم ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو اسے نقصان پہنچانا چاہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے۔ جیسے ہاتھی والوں کے ساتھ ہوا۔"

روئے زمین پر سب سے اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نشانیاں رکھی ہیں۔ اُن میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس گھر میں داخل ہونے کو اللہ تعالیٰ امن کی دولت عطا فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا۔[24]

"اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنا دیا۔"

مثابۃ کے معنی مرجع عام اور جاذب مرکز کے ہیں جس طرف لوگ کسی مضبوط تعلق کی وجہ سے کھنچے آئیں، اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل اس کی ہمہ گیری جاذبیت بھی ہے، اور جذب و کشش کا سب سے بڑا مرکز بیت اللہ ہے، آج سے کئی ہزار سال پہلے دانیال نبی نے بطور مکاشفہ کہا تھا میں آسمان سے نیا یروشلم اترتا ہوا دیکھتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے کئی سو سال پہلے وادی غیر ذی زرع میں بے آب و گیاہ زمین میں اللہ کا ایک گھر بنایا اور دعا کی کہ ساری کائنات کے دل اللہ کے اس گھر کے ساتھ وابستہ ہو یہ امن و سعادت کا بہت بڑا مقام قرار پائے۔ یہاں کے لوگ دنیوی لذائذ و ثمرات سے ہمیشہ متمتع رہیں، دیکھو یہ دعا کس درجہ قبول ہوئی، لوگ دور دراز سفر طے کر کے جاتے ہیں کارواں در کارواں روانہ ہوتے ہیں، مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کوئی قطعہ ارض ایسا نہیں جہاں دعوت ابراہیمی پر لبیک نہ کہا جاتا ہو، یہ مرکزیت عالم زائرین کا یہ عظیم و مقدس ہجوم جس کا مقصد طواف و عکوف اور رکوع و سجود کے سوا کچھ نہیں کیا کسی اور جگہ بھی ہے؟[25] علامہ عبد الرحمن سعدی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے باقی رہنے والے نمونے کا ذکر فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت پر دلالت کرتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا محترم گھر جس کی زیارت کو اللہ تعالیٰ نے دین کا ایک رکن

اور گناہوں، کوتاہیوں کو ختم کر دینے والا قرار دیا اور اس محترم گھر میں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے آثار ہیں جن کے ذریعے سے ان کی امامت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور حضرت خلیل علیہ السلام کی حالت یاد آتی ہے۔ پس فرمایا: وَاِذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محترم گھر کو لوگوں کا مرجع قرار دیا، لوگ اپنے دینی اور دنیاوی منافع کے حصول کی خاطر وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں بار بار جانے کے باوجود ان کا دل نہیں بھرتا، اَمْنًا اور اللہ تعالیٰ نے اس محترم مقام کو جائے امن قرار دیا جہاں پہنچ کر ہر شخص محفوظ و مامون ہو جاتا ہے یہاں تک کہ جنگلی جانور اور نباتات و جمادات بھی مامون ہوتے ہیں۔ بنابریں جاہلیت کے زمانے میں، اہل عرب اپنے شرک کے باوجود بیت اللہ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ان میں سے کوئی اگر بیت اللہ میں اپنے باپ کے قاتل کو بھی دیکھ لیتا تو تب بھی اس میں انتقامی جذبہ جوش نہ مارتا جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حرمت، عظمت اور اس کے شرف و تکریم میں اور اضافہ کر دیا۔[26] یہ پسِ منظر واضح کرتا ہے کہ بیت اللہ شریف نہ صرف عبادت کی جگہ ہے بلکہ وہاں اور بھی بہت ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگوں کے لیے امن و قرار کی جگہ ہے۔ فتح مکہ موقع پر نبی اکرم ﷺ کے اعلان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مساجد ہمیشہ امن و امان کا درس دیتی ہیں۔ وہ اعلان یہ تھا کہ جو اپنے ہتھیار ڈال دے گا یا ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے گا یا مسجد حرام میں داخل ہو جائے یا پھر اپنے دروازے بند کر لے گا اس کو امن دے دیا جائے گا۔[27] زمانہ جاہلیت میں بھی بیت اللہ اور مسجد حرام کی حرمت کو مانا جاتا تھا۔ اسلام میں نے آکر اس میں پہلے سے زیادہ مضبوطی پیدا کر دی۔

خلاصہ بحث

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ ہر سطح اور ہر جگہ پر اس نے امن و امان قائم کرنے کی تلقین کی ہے۔ دین اسلام ایسے معاشرے کے قیام کی تعلیم دیتا ہے جس میں نہ صرف مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا امن و امان نصیب ہو بلکہ اس میں رہنے والے غیر مسلموں کی جان و مال کو بھی تحفظ حاصل ہو۔ اس سلسلے میں مساجد کا کردار بڑا اہم ہے۔ کسی زمانہ میں یہ تعلیم و تعلم اور علم و معرفت کی جگہیں تھیں۔ جہاں پر صبح و شام طلباء کو بحث و تحقیق کا طریقہ سکھایا جاتا تھا۔ اسلامی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم و معرفت کو پھیلانے میں ان کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ یہ نہ صرف بحث و تحقیق اور علم و معرفت کے مراکز رہے بلکہ یہاں حلم و بردباری ،اخوت و بھائی چارہ، نرمی و رواداری اور امن و امان کا درس بھی دیا جاتا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر میں اسلام کے اس آفاقی پیغام کو زندہ کیا جائے۔ تاکہ مساجد کا یہ مثبت پہلو واضح ہو جائے۔

تجاویز و سفارشات

۱۔ مساجد دنیا میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ جگہیں ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز، درس و تدریس اور قرآن کریم کی تلاوت وغیرہ کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں میں ایسا شعور پیدا کیا جائے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات کا مسجد میں مذاکرہ نہ کریں۔ کیونکہ ان معاملات کے تذکرہ کی وجہ سے لڑائی جھگڑے پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

۲۔ اسلام نے ہمیشہ انتہاء پسندی اور فرقہ بندی کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کسی بھی ایسے کام کی اجازت نہیں دی گئی جو انتہاء پسندی اور فرقہ بندی کو ہوا دے۔ مساجد تو اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہیں کہ اُن میں انتہاپسندی اور فرقہ بندی سے گریز کیا جائے۔ بدقسمتی سے دورِ حاضر میں مساجد کو فرقہ بندی اور انتہاء پسندی کے اڈے بنا دیا گیا ہے۔ جس سے نہ صرف مساجد کا امن وامان تباہ ہو رہا ہے بلکہ ایسی مساجد سے منسلک افراد بھی آپس کی خانہ جنگی میں مصروف ہو چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مساجد کو ان چیزوں سے پاک کیا جائے تاکہ مساجد کا سکون دوبارہ بحال ہو سکے۔

۳۔ مختلف مساجد کو کی جانے والی بیرونِ ممالک سے امداد کو روکا جائے۔ کیونکہ کچھ مساجد کو یہ امداد صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ فرقہ واریت کو ہوا دی جا سکے۔

۴۔ کچھ مساجد کے خطباء کی تقاریر ایسی ہوتی ہیں جن سے باہمی محبتیں کم اور نفرتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی تقاریر کی جائیں جن سے دور حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل نکالا جا سکے۔

۵۔ کئی مساجد میں اسلام کے بجائے مخصوص مسالک کی تبلیغ کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اُن مساجد کا امن و امان تباہ ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسالک کے بجائے اسلام کی تبلیغ کی جائے۔

۶۔ جمعہ یا دیگر اجتماعات میں قصص یا اس جیسے واقعات پر مشتمل تقاریر کی جاتی ہیں۔ معاشرتی مسائل کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دور حاضر کا تقاضا ہے کہ قصص یا واقعات کو چھوڑ کر معاشرتی مسائل کو حل کیا جائے۔

۷۔ بعض مساجد میں سیاسی تقاریر کا رجحان اپنایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اپنی مخالف پارٹی کو نیچا دکھانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے رویہ سے بھی مساجد کا امن و امان تباہ ہوتا ہے۔ ایسے رویوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

(1) الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ان المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث: ۲۶۲۷
(2) سورۃ الجمعۃ، ۱۰۸

(3) السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الطہارۃ، باب الارض یصیبہا البول، حدیث:۳۸۰

(4) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المساجد، باب رفع الصوت فی المسجد، حدیث:۴۵۸

(5) القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب السلام، باب تحریم اقامۃ الانسان من موضعہ المباح الذی سبق الیہ، حدیث:۵۶۸۸

(6) الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء ان منی مناخ من سبق، حدیث:۸۸۱

(7) نظام الدین، مولانا، الفتاوی الہندیۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج:۱، ص:۳۵۶

(8) ابن عابدین شامی، محمد امین بن عمر، رد المختار، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، ج:۲، ص:۴۳۶

(9) ابن نجیم حنفی، شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی، س ن، ج:۲، ص:۳۶

(10) السجستانی، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الادب، باب اذا قام من مجلس ثم رجع، حدیث:۱۴۸۵۳

(11) الترمذی، الجامع، کتاب الادب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء اذا قام الرجل من مجلسہ ثم رجع الیہ فھو احق بہ، حدیث:۲۷۵۱

(12) القزوینی، محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، کتاب الادب، باب من قام من مجلس فرجع فھو احق بہ، حدیث:۳۷۱۷

(13) السجستانی، السنن، کتاب الادب، باب اذا قام من مجلس ثم رجع، حدیث:۴۸۵۴

(14) النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الجمعۃ، باب النہی عن تخطی رقاب الناس والامام علی المنبر یوم الجمعۃ، حدیث:۱۴۰۰

(15) القزوینی، السنن، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ، باب ماجاء فی النہی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ، حدیث:۱۱۱۵

(16) الترمذی، الجامع، کتاب الجمعۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی کراہیۃ التخطی یوم الجمعۃ، حدیث:۵۱۳

(17) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج:۱، ص:۱۷۲؛ ابن قیم الجوزیۃ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۱م، ج:۳، ص:۶۲۹؛ السبکی، فتاوی السبکی، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج:۲، ص:۳۵۸؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، دار المعرفۃ، بیروت، س ن، ج:۵، ص:۶۰-۶۱

(18) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، الخراج، المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتہا، القاہرہ، ۱۳۸۲ھ، ص:۸۴-۸۵؛ ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابو بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴م، ج:۳، ص:۵۵۵

(19) بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، فتوح البلدان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص:۸۸

(20) ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج:۳، ص:۵۵۸

(21) القزوینی، محمد بن یزید، السنن، کتاب المناسک، باب فضل مکۃ، حدیث:۳۱۰۹

(22) سورۃ آل عمران ۳:۹۷

(23) السعدی، علامہ عبد الرحمن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۰م، ج:۱، ص:۱۳۸

(24) سورۃ البقرۃ ۲:۱۲۵

(25) حنیف ندوی، مولانا، تفسیر سراج البیان، ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۳، ج:۱، ص:۱۴۳

(26) السعدی، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ج:۱، ص:۶۵

(27) محمد الزرقانی بن عبد الباقی، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۶م، ج:۲، ص:۳۱۳

Bibliography

1.Muhammad Bin Isa Tirmzi,Al-Jame,Maktaba Rehmania,Lahore

2.Suleman Bin Ashas,Al-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore.

3.Muhammad Bin Ismail Bukhari,Al-Jame Al-Saheeh, Maktaba Rehmania,Lahore

4.Muslim Bin Hajjaj Qusheri, Al-Jame Al-Saheeh, Maktaba Rehmania,Lahore

5.Moulana Nizam Ul Din,Al-Fatava Al-Hindia,Darulkutub Al-Ilmia ,Berot.

6.Muhammad Bin Yazeed Qazweeni,Al.-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore

7.Ahmad Bin Shoib Nisai, Al.-Sunan, Maktaba Rehmania,Lahore

8. Ibn e Qayyam Jozia,Zad ul Maad,Moassat ul Risala, Beroot,1981

9.Abu Yousaf Yaqoob Bin Ibrahim,Kitab Ul Khiraj,Maktabatulsalfia,Qahira,1382h

10.Moulana Hanif Nadvi,Tafseer Siraj Ul Bayan,Malik Siraj Ul Din and Sons Publishers,Lahore,1983.